محمد ذکوان ندوی

زوالِ آدمِ خاکی

ایک انٹر نیشنل اسکول کے ’’اسپورٹس ڈے‘‘ میں شرکت کا موقع ملا۔ اسکول کی طرف سے میرے بچے ابراہیم نے بھی اِس مقابلے میں حصہ لیا۔ اِس پروگرام میں طلبہ کے والدین بھی ناظرین کی حیثیت سے شریک تھے۔ طلبہ جب میدان مقابلہ میں اترے، اُس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ننھے فرشتے آسمان سے اتر کر اسکول کے وسیع سبزہ زار میں دور تک صف بستہ کھڑے ہو گئے ہوں۔ ’’بچے جنت کے پھول ہیں‘‘ یہ منظر اِس قول کا ایک انتہائی حسین نمونہ پیش کر رہا تھا۔

اِن معصوم بچوں کو دیکھ کر دل بھر آیا اور بے تابانہ انداز میں زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی ------ خدایا، ہم بے مایہ و کم زور ہیں، ہم اِن بچوں کی تربیت کا نازک کام نہیں کر سکتے۔ تو قادر مطلق اور ’فعّالٌ لما یرید‘ ہے۔ تو اِن کا تزکیہ و تربیت کر، تو اِنھیں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما۔

اِس کے بعد طلبہ کے متعلق سوچتے ہوئے یہ خیال آیا کہ کیا طلبہ اور والدین کا معاملہ دو الگ الگ افراد کا معاملہ ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نہیں، طلبہ اور والدین کی کامیابی اور ناکامی دو الگ الگ افراد کی کامیابی اور ناکامی ہرگز نہیں، دونوں کا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم جیسا ہے۔ دونوں کی کامیابی اور ناکامی گویا ایک ہی فرد کی کامیابی اور ناکامی کے ہم معنی ہے۔

ایک شخص اگر اِس معاملے پر غور کرے تو اِس میں خدا کی دریافت کا ایک عجیب راز چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ اِس راز کو دریافت کر سکے تو اُس کے اندر دعا کا ایک طوفانی سیلاب اُمڈ آئے گا۔ وہ خدا سے پورے عجز و نیاز کے ساتھ کہے گا کہ خدایا، جب ماں اور بچے کی کامیابی اور ناکامی کا معاملہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتا تو پھر تو جو میرا اور تمام ماؤں کا خالق اور مالک ہے، اُس کا معاملہ اپنے اِس بندے سے الگ کیسے ہو گا؟ خدایا، کیا تو دنیا اور آخرت

میں ہماری ناکامی کا تحمل کر سکتا ہے؟ خدایا، کیا جب تیرے فرشتے تیرے اِس بندے کو اُس کی بے عملی اور نافرمانی کے سبب ابدی جہنم کے حوالے کر رہے ہوں گے، تو کیا تو اُس وقت اپنے اِس بندے کے معاملے سے غیر متعلق (indifferent) ہو کر چین سے بیٹھا یہ منظر دیکھتا رہے گا؟ خدایا، کیا اپنے اِس بندے کو جہنم کے بھڑکتے شعلوں کے درمیان دیکھ کر تو مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا؟ خدایا، مجھے جہنم کی پستیوں میں بھٹکتا دیکھ کر تجھے عرش معلیٰ پر چین کس طرح آسکتا ہے؟ خدایا، تو اپنے اِس بندے کے معاملے میں کس طرح غیر جانب دار ہو سکے گا!؟

اِس طوفانی کیفیت کے دوران میں عجز و نیاز پر مبنی اقبال کے یہ کلمات میری زبان پر جاری ہو گئے:

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لا مکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب، لا مکاں تیرا ہے یا میرا
اُسے [1] صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر؟
مجھے معلوم کیا، وہ رازداں تیرا ہے یا میرا
محمد بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں، تیرا ہے یا میرا
اِسی کوکب [2] کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی، زیاں تیرا ہے یا میرا

(بالِ جبریل)

جہنم کس کے لیے؟

اِس معاملے پر غور کرتے ہوئے سمجھ میں آیا کہ جہنم کا عذاب صرف اُنھی لوگوں کے لیے مقدر ہے جو خدا کے خلاف سرکشی کا طریقہ اختیار کریں۔ جو اپنی کوتاہیوں پر نادم نہ ہوں، بلکہ نخوت اور رعونت میں مبتلا ہو کر

۱۔ ابلیس۔

۲۔ انسان۔

سعادت کے بجائے خود اپنے لیے بدبختی کے راستے کا انتخاب کرلیں۔

قرآن میں اِس اہم ترین حقیقت کو اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: 'لَا یَصۡلٰىهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَى' (اللیل ۹۲: ۱۵)، یعنی جہنم میں وہی داخل ہو گا جو بڑا ہی بدبخت ہو، جو کھلم کھلا تکذیب اور روگردانی کا طریقہ اختیار کرے۔ اِسی حقیقت کو قرآن کے ایک دوسرے مقام پر اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: 'وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ' (الاعراف ۷: ۳۶)، یعنی جو لوگ ہماری باتوں کو جھٹلائیں اور کبر و نخوت کے ساتھ اُس سے روگردانی کا طریقہ اختیار کریں، وہی جہنمی ہیں، اور وہ اِس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

خدا اِس معاملے میں کیا چاہتا ہے، درج ذیل آیت میں اُس پر بہت اچھی طرح روشنی ڈالی گئی ہے: 'مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيۡمًا' (النساء ۴: ۱۴۷)، یعنی خدا کے بندو، اگر تم شکر گزاری کا طریقہ اختیار کرو اور سچے مومن بن کر رہو تو اللہ تمھیں کس لیے عذاب دے گا؟ اللہ تو بڑا قبول کرنے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی حقیقت کو اِس طرح بیان فرمایا ہے:

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى»، قالوا: يا رسول الله، ومن يأبى؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني، فقد أبى».

(بخاری، رقم ۷۲۸۰)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے اُن لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ، انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو میری نافرمانی کرے گا، اُس نے انکار کیا۔''

عن أبي أمامة الباهلي قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «ألا، كلكم يدخل الجنة إلا من شرد على الله شِراد البعير على أهله».

(احمد، رقم ۲۲۲۶)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یاد رکھو، تم میں سے ہر شخص جنت میں داخل ہو گا، سوائے اُس آدمی کے جو اللہ کی اطاعت سے اِس طرح بدک کر نکل جائے، جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدک جاتا ہے۔''

اِس قول رسول میں 'إلّا مَنْ شَرَدَ علَى اللهِ شِرادَ البعير' کے الفاظ بے حد اہم ہیں۔ یہ الفاظ زیر بحث موضوع سے متعلق ارشاد رسول کی اصل منشا و معنویت کو واضح کر رہے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے خلاف بدکنے والے اونٹ (جانور) کی طرح بدک کر اُس کے مقابلے میں سرکشی کا طریقہ اختیار کر لیں، یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی جنت اور رحمت کے بجاے ذلت اور غضب کی راہ کے مسافر بن گئے، اور اِسی ذلت اور خدائی غضب کا دوسرا نام جہنم ہے۔ البتہ، جو اہل ایمان امید اور رَجا کے درمیان زندگی گزاریں، اللہ کی رحمت سے یقینی امید ہے کہ اللہ اُنھیں ضرور معاف فرما کر اپنی بخشش اور اپنی ابدی رحمتوں سے سرفراز کرے گا۔

خدا کا سچا دین انسانوں کے لیے دین رحمت ہے۔ وہ بندوں کے نام خداے رحمٰن اور رحیم کا ایک خوب صورت تحفہ ہے، اِلّا یہ کہ آدمی خود دین رحمت کو اپنے لیے دین زحمت بنانے پر کمربستہ ہو جائے۔ اِسی طرح زندگی کا ہر موقع خدا کی یاد کا ایک موقع (occasion) ہے، بشرطیکہ آدمی اپنے لیے اُس کو خدا کی یاد کے ایک زندہ موقع میں تبدیل کر سکے۔

(۱۵/ دسمبر ۲۰۲۳ء)